Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل ربوہ
ایڈیٹر: نسیم سیفی
فون ۴۴۹
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۷۵/۴۰ | اتوار ۱۱ جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ ، ۳۰ فتح ۱۳۶۹ ہش ، ۳۰ دسمبر ۱۹۹۰ء | نمبر ۲۴۵

محترم ڈاکٹر کرنل خلیفہ تقی الدین احمد انتقال فرما گئے

افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ محترم ڈاکٹر کرنل (ریٹائرڈ) خلیفہ تقی الدین احمد صاحب ۲۸/۲۷ دسمبر ۱۹۹۰ء کی درمیانی رات سی۔ایم۔ایچ لاہور میں انتقال فرما گئے۔ آپ کی عمر قریباً ۹۰ سال تھی۔

باقی ص۷ پر

احمدی احباب کی تربیت کے لئے

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ بعض بندوں سے فرمائے گا کہ تم بڑے برگزیدہ ہو اور میں تم سے بہت خوش ہوں کیونکہ میں بہت بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ میں ننگا تھا تم نے کپڑا دیا۔ میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا۔ میں بیمار تھا تم نے میری عیادت کی۔ وہ کہیں گے کہ یا اللہ تو تو ان باتوں سے پاک ہے تو کب ایسا تھا جو ہم نے تیرے ساتھ ایسا کیا؟ تب وہ فرمائے گا کہ میرے فلاں فلاں بندے ایسے تھے تم نے ان کی خبر گیری کی۔ وہ ایسا معاملہ تھا کہ گویا تم نے میرے ساتھ ہی کیا۔ پھر ایک اور گروہ پیش ہوگا۔ ان سے کہے گا کہ تم نے میرے ساتھ برا معاملہ کیا۔ میں بھوکا تھا، تم نے مجھے کھانا نہ دیا۔ پیاسا تھا پانی نہ دیا۔ ننگا تھا مجھے کپڑا نہ دیا۔ میں بیمار تھا میری عیادت نہ کی۔ تب وہ کہیں گے کہ یا اللہ تعالیٰ تو تو ایسی باتوں سے پاک ہے۔ تو کب ایسا تھا جو ہم نے تیرے ساتھ ایسا کیا۔ اس پر فرمائے گا کہ میرا فلاں فلاں بندہ اس حالت میں تھا اور تم نے اس کے ساتھ کوئی ہمدردی اور سلوک نہ کیا وہ گویا میرے ہی ساتھ کرنا تھا۔"

(ملفوظات جلد ہشتم ص۱۰۲)

"نوع انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس پہلو میں بڑی کمزوری ظاہر کی جاتی ہے۔ دوسروں کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ ان پر ٹھٹھے کئے جاتے ہیں۔ ان کی خبر گیری کرنا اور کسی مصیبت اور مشکل میں مدد دینا تو بڑی بات ہے۔ جو لوگ غرباء کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش نہیں آتے بلکہ ان کو حقیر سمجھتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ خود اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جاویں۔ اللہ تعالیٰ نے جن پر فضل کیا ہے اس کی شکر گزاری یہی ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ احسان اور سلوک کریں اور اس خداداد فضل پر تکبر نہ کریں۔ اور وحشیوں کی طرح غرباء کو کچل نہ ڈالیں۔"

(ملفوظات جلد ہشتم ص۱۰۲-۱۰۳)

خاندان حضرت اقدسؑ میں تقریب شادی

مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۹۰ء کو مکرم صاحبزادہ مرزا عبدالصمد احمد صاحب سیکرٹری مجلس کارپرداز ابن مکرم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب کی شادی ہمراہ عزیزہ مکرمہ صوفیہ احمد صاحبہ بنت مکرم چوہدری ناصر محمد سیال صاحب و محترمہ صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ انجام پائی۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ لڑکا اور لڑکی حضرت فضل عمر (اللہ آپ سے راضی رہے) کے بالترتیب پوتا اور نواسی ہیں۔

تقریب رخصتانہ کے موقع پر مکرم حضرت مولوی محمد حسین صاحب نے دعا کرائی۔

اگلے روز محترم صاحبزادہ صاحب نے اپنی کوٹھی پر دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا جس میں خاندان حضرت اقدسؑ کے افراد ناظران۔ صدر انجمن احمدیہ وکلاء تحریک جدید اور کارکنان نے شرکت کی۔ اس موقع پر حضرت مولوی محمد حسین صاحب رفیق حضرت بانی سلسلہ نے دعا کرائی۔

مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۹۰ء کو مکرم طارق رشید صاحب ابن مکرم ونگ کمانڈر عبدالرشید صاحب ساکن دارالفضل ربوہ کی شادی ہمراہ عزیزہ مکرمہ شبرہ امۃ اللطیف صاحبہ

باقی ص۳ پر

الٰہی جماعتوں کی ترقیات ابتلاء سے متاثر نہیں ہوتیں

ارشادات سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الثالثؒ) اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے

"حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس وقت آگ میں ڈالا گیا تو ایک سیکنڈ کے لئے بھی ان کے دل میں خوف پیدا نہیں ہوا۔ وہ مسکراتے ہوئے آگ کے اندر چلے گئے۔ آپ سوچتے ہونگے کہ میرے احمق دشمن یہ سمجھتے ہیں کہ آگ ان کے کہنے پر یا ان کی خواہش کے مطابق جلا سکتی ہے۔ آگ تو جلاتی ہی اس وقت ہے جب میرا رب آگ کو کہتا ہے کہ جلا۔ لیکن جب اس کو یہ حکم ہو کر (ٹھنڈی اور سلامتی والی) بن جا تو آگ کیوں جلائے گی۔ بہرحال حضرت ابراہیم علیہ السلام مسکراتے ہوئے اور بشاشت کے ساتھ آگ میں چلے گئے۔ وہ تو چھوٹا سا حادثہ خدا تعالیٰ کے ایک مقرب بندہ پر گزرا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تو دشمنوں نے ایک آگ نہیں ہزاروں آگیں جلائیں لیکن آپ ہنستے مسکراتے کامیابی اور کامرانی اور فتح و نصرت کی شاہراہوں پر چلتے چلے گئے اور دنیا نے یہ نظارہ دیکھا کہ آگ نے منکر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک دھواں تو پیدا کر دیا یعنی ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید یہ آگ کامیاب ہو جائے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ آپ نے جنگیں کیں اور ایسے حالات میں کیں کہ دنیا کا کوئی ہوش مند نہیں کہہ سکتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی ان جنگوں میں کامیاب ہوں گے۔ لیکن آپ اور وہ جو علیٰ وجہ البصیرت آپ پر ایمان لائے تھے اور خدا تعالیٰ کی معرفت انہوں نے حاصل کر لی تھی وہ ہنستے کودتے میدانِ جنگ میں چلے جاتے تھے اور کہتے تھے دو بہترین باتوں میں سے ایک بات ہمیں مل جائے گی۔ انعام شہادت یا دین و دنیا کی نعمتیں۔"

(تعلیم القرآن کلاس سے خطاب
۲۴ جولائی ۱۹۶۸ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد، مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت: دار النصر غربی ربوہ، قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے

۳۰۔ فتح ۱۳۶۹ ہش ۳۰۔ دسمبر ۱۹۹۰ء

اللہ تعالیٰ کی شان کے مظاہر

شدّت کی گرمی تھی۔ دہکتا سورج۔ چلچلاتی دھوپ۔ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے کہ اللہ تعالیٰ اس دھوپ کی شدّت کو کم کر دے۔ لیکن ابھی ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ چھوڑ دیئے اور سوچا کہ دھوپ ہے تو دھوپ ہی سہی۔ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہیں۔ اور دھوپ کی شدّت کو برداشت کر لیتے ہیں۔ اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ انسان کبھی دعا نہ مانگے اور اپنی مرضی کیمطابق اللہ تعالیٰ سے طالب نہ ہو۔ لیکن یہ مطلب تو ضرور ہے کہ اتنی دعائیں مانگتے ہیں۔ اتنی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور دعاؤں کی قبولیت کا یہی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رضا چھوڑ کر ہماری رضا پوری کر دیتا ہے۔ تو پھر کبھی کبھی تو ایسا ہونا چاہیئے کہ اپنی مرضی کے خلاف بھی جانتے بوجھتے ہوئے دعا نہ کریں اور اس کی رضا پر راضی رہیں۔ یہ اتنا حسین نظریہ ہے کہ اگر انسان اسے اپنا لے تو اسے کبھی مایوسی کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔ خدا سے منوائے بھی اور خدا کی مانے بھی۔ اور ماننے بھی کا صرف یہ مطلب نہ ہو کہ دعا قبول تو نہیں ہوئی اس لئے جو ہوتا ہے ہونے دیں اور راضی برضا رہیں۔ بلکہ یہ مطلب ہو کہ بات تو طبیعت پر گراں گزرتی ہے۔ شدید گرمی ہے۔ یا شدید سردی ہے۔ لیکن اگر خدا کی یہی منشاء ہے تو یہی منظور ہے۔ دعا نہ کی جائے اور سردی اور گرمی کو شوق سے قبول کر لیا جائے۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ گرمی زیادہ تو کوسا جا رہا ہے۔ سردی زیادہ ہے تو ناپسندیدہ خیالات کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ یہ بات کسی طرح بھی درست نہیں۔ دعا کیجئے اور ضرور کیجئے۔ لیکن کبھی کبھی دعا کے بغیر بھی اس کیفیت کو برداشت کیجئے۔ اس سے برداشت کا مادہ بھی بڑھے گا اور اللہ تعالیٰ سے محبت بھی۔ اور اس بات پر یقین بھی کہ وہ جو کچھ کرتا ہے ہمارے فائدے ہی کے لئے کرتا ہے ہر بات کو اس کی رحمت سمجھئے۔ ہر کیفیت کو اس کا فضل جانئے۔ اور پھر دیکھئے کہ دل میں کتنی بشاشت پیدا ہوتی ہے۔ شائد اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ کو بُرا بھلا نہ کہو کیونکہ زمانہ خدا ہے یعنی خدا کی ایک شان کا مظہر۔ اور اس کی شان تو ہر لحظہ نئی سے نئی ظاہر ہوتی ہے۔

کامیاب و کامراں ہونا ہے گر
راستی کا آپ پلّو تھام لیں
جھوٹ سے یکسر کنارہ کش رہیں
سیدھی سادی بات ہی سے کام لیں

ابوالاقبال

○

یوں تو مَیں نے اپنے جی کو جی بھر کر سمجھایا ہے
لیکن یوں لگتا ہے جیسے مجھ پر کوئی سایا ہے

رِیت نبھانے والے ہی اس دل کو اچھے لگتے ہیں
پریت کی بپتا کیسی بھی ہو یہ اپنا سرمایہ ہے

دیواروں کی اوٹ میں چھُپ کر جھانکو اور شرماؤ تم
ہم نے بھی تو چاند ستاروں کو دیوار بنایا ہے

کانوں پاس تو نقّارے بھی بجنا کوئی بات نہیں
دُور سے آنے والی ہر آواز سے دل گھبرایا ہے

مَیں جو سمندر پار کے لوگوں کو بھی اپنا کہتا ہوں
جس کے گھر سے گھر ملتا ہے وہ کس کا ہمسایہ ہے

میں کب کہتا ہوں تم میری باتیں سُن کر غور کرو
مَیں نے دل کا حال سُنا کر اپنا جی بہلایا ہے

نس نس میں اک ٹیس نسیمؔ اب سانسوں سے ٹکراتی ہے
مَیں نے ساری دُنیا کے دُکھ درد کو یوں اپنایا ہے

نسیمؔ سیفی

تحریکِ وقفِ نَو کے سلسلہ میں حضورِ انور کی ہدایات

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے "وقفِ نَو" کے آئندہ پروگرام اور لائحہ عمل کے سلسلہ میں بطور رہنمائی حسب ذیل ہدایات فرمائی ہیں۔

۱۔ چونکہ ۳۔ اپریل ۱۹۹۱ء کو تحریک وقفِ نَو کی مقررہ مدّت ختم ہو رہی ہے اس لئے اس کے ساتھ ہی تحریک وقفِ نَو میں شمولیت ختم ہو جائے گی۔

۲۔ ۳۔ اپریل ۱۹۹۱ء کے بعد بچوں کا وقف حسبِ سابق وقفِ اولاد کے تحت جاری رہے گا۔

۳۔ ۳۔ اپریل ۱۹۹۱ء کے بعد صرف وہ بچے تحریکِ وقفِ نَو میں شامل ہو سکیں گے:

الف: جن کے والدین نے اپنی متوقع اولاد کو وقف کرنے کی درخواست باقاعدہ تحریری طور پر ۳۔ اپریل ۱۹۹۱ء سے قبل بھجوا دی ہو گی۔ ان کے بچے جب بھی پیدا ہوں گے اس تحریک میں شامل ہو سکیں گے۔

ب: یا جن کے والدین نے ۳۔ اپریل ۱۹۹۱ء سے قبل باقاعدہ تحریری طور پر وعدہ کیا ہو کہ آئندہ بچہ/بچی کو وقف کریں گے۔ ایسے احباب کو جب بھی خدا تعالیٰ اولاد عطاء فرمائے گا وہ وقفِ نَو میں شامل ہو سکیں گے۔

۴۔ وہ احباب جن کے اس چار سال کے عرصہ ۳۔ اپریل ۱۹۸۷ء تا ۳۔ اپریل ۱۹۹۱ء میں بچے پیدا ہوئے ہیں مگر انہوں نے وقف کے لئے درخواست نہیں بھجوائی اور ۳۔ اپریل ۱۹۹۱ء کے بعد اس عرصہ میں پیدا شدہ بچوں کو وقف کرنا چاہیں گے وہ وقفِ نَو میں شامل نہیں کئے جائیں گے ......

(وکیل الدیوان تحریکِ جدید ربوہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارشادات حضرت فضل عمر

(اللہ تعالیٰ آپ سے ہمیشہ راضی رہے)

تلقین عمل

دوسری چیز محبت ہے۔ یہ خلق بھی ہمارے ملک میں بہت کم پایا جاتا ہے۔ اور مسلمانوں کی تباہی کا زیادہ تر موجب یہی تھا کہ ان میں محنت کی عادت جاتی رہی تھی۔ جتنے وقت میں ہمارے نوجوان ایک چھوٹا اور ادنیٰ علم سیکھ سکتے ہیں وہ درحقیقت دنیا میں چوٹی پر پہنچنے کا زمانہ ہوتا ہے۔ ہمارے نوجوان پچیس چھبیس سال کی عمر میں کالج سے فارغ ہوتے ہیں۔ لیکن دنیا کے دوسرے ممالک میں لوگ اس عمر میں چوٹی تک پہنچ جاتے ہیں۔ جس وقت ہمارے نوجوان کالجوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہوتے ہیں دوسرے ممالک کے لوگ اس وقت تک ملک میں کافی شہرت حاصل کر لیتے ہیں۔ ان کے کام کا زمانہ پندرہ سولہ سال کی عمر سے شروع ہوتا ہے لیکن ہمارے نوجوان پچیس پچیس سال تک کی عمر تک ماں باپ کی کمائی پر پلتے ہیں۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ ان کے اندر محنت کی عادت نہیں پائی جاتی۔ انہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ بزرگوں کا فرض ہے کہ وہ ہمیں کھلائیں وہ یہ نہیں سوچتے کہ ہمارا بھی کوئی فرض ہے۔ کہتے ہیں۔ ایک بوڑھا شخص کوئی ایسا درخت لگا رہا تھا جو دیر سے پھل دیا کرتا ہے۔ ایران کا بادشاہ اس بوڑھے کے پاس سے گذرا اور اس سے دریافت کیا۔ بوڑھے! تم ۷۰، ۸۰ سال کے ہو چکے ہو اور جب یہ درخت پھل دے گا۔ اس وقت تک تم مر چکے ہو گے۔ تم یہ درخت کیوں لگا رہے ہو۔ بوڑھے نے جواب دیا۔ بادشاہ سلامت! آپ کیا کہہ رہے ہیں اگر یہی خیال ہمارے بزرگوں کے دلوں میں پیدا ہوتا اور وہ یہ درخت نہ لگاتے تو ہم پھل کہاں سے کھاتے انہوں نے درخت لگائے اور ہم نے پھل کھایا۔ اب ہم یہ درخت لگائیں گے تو آنے والی نسل پھل کھائے گی۔ اس بادشاہ کی عادت تھی کہ جب اسے کوئی بات پسند آتی تو کہتا "زہ" اور خزانچی کو حکم تھا کہ جب وہ کسی کام پر "زہ" کہے تو تین ہزار دینار کی تھیلی بطور انعام اُسے دے دے۔ بادشاہ نے اس بوڑھے کے جواب پر کہا "زہ" خزانچی نے تین ہزار دینار کی تھیلی فوراً بوڑھے کے سامنے رکھ دی۔ اور کہا کہ بادشاہ سلامت کو آپ کی بات بہت پسند آئی ہے اور انہوں نے آپ کو یہ رقم بطورِ انعام دی ہے۔ بوڑھے نے ہنس کر کہا بادشاہ سلامت! آپ نے تو کہا تھا بوڑھے تم کیا کر رہے ہو اس کا تمہیں کیا فائدہ۔ لوگ جلدی جلدی پھل دینے والے درختوں کا پھل بھی ایک عرصے کے بعد کھاتے ہیں لیکن میں نے تو اس درخت کا پھل اسے لگاتے ہی کھا لیا۔ بادشاہ کو یہ بات پھر پسند آئی اور اُس نے کہا "زہ" اور خزانچی نے تین ہزار دینار کی ایک اور تھیلی بوڑھے کے سامنے رکھ دی۔ بوڑھا ہنسا اور اس نے کہا بادشا سلامت اور لوگ تو جلد سے جلد پھل دینے والے درخت کا پھل سال میں ایک دفعہ کھاتے ہیں اور میں نے اس درخت کا پھل چند منٹوں میں دو دفعہ کھا لیا۔ بادشاہ نے کہا "زہ" اور خزانچی نے ۳۰۰۰ دینار کی ایک اور تھیلی اس بوڑھے کے سامنے رکھ دی۔ پھر بادشاہ نے خزانچی سے کہا یہاں سے جلدی چلو ورنہ یہ بوڑھا تو ہمارا سارا خزانہ لوٹ لے گا۔

دنیا میں یہی طریق ہوتا ہے کہ اگلا شخص نیچے کی طرف حرکت کرتا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں ایسا نہیں ہوتا۔ نوجوان جونکوں کی طرح والدین کے ساتھ چمٹے رہتے ہیں۔ انہیں یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ خود کمائیں اپنے والدین کو کھلائیں اور اپنی اگلی نسل کا خیال رکھیں۔ اسکے مقابل یوروپ کے لوگ پندرہ پندرہ سولہ سولہ سال کی عمر میں اپنی زندگیاں بدل لیتے ہیں

ایک دفعہ چوہدری ظفراللہ خان صاحب نے مجھے سنایا کہ میں امریکہ گیا ان دنوں صوفی مطیع الرحمان صاحب بنگالی وہاں تھے۔ انہوں نے ایک لڑکے کو میرے ساتھ لگا دیا کہ وہ میرے ساتھ ساتھ رہے اس لڑکے کی عمر تیرہ چودہ سال کی تھی ایک دن میں جب سیر کے لئے باہر گیا۔ میں نے اس لڑکے سے اسکے والد کا نام پوچھا اس نے ایک بڑے بینکر کا نام لیا۔ جو بہت مالدار تھا۔ تعلیم کے متعلق میں پہلے پوچھ چکا تھا۔ کہ وہ مڈل یا انٹرنس جو وہاں کی ابتدائی تعلیم ہوتی ہے پاس ہے میں نے اس لڑکے سے کہا تمہارا باپ بہت امیر ہے۔ تم کالج میں کیوں تعلیم حاصل نہیں کرتے۔ جب سامان میسّر ہے تو تم نے اپنی تعلیم بیچ میں کیوں چھوڑ دی وہ لڑکا غصے سے کہنے لگا میں اتنا بے غیرت نہیں کہ اپنے ماں باپ سے خرچ لے کر مزید تعلیم حاصل کروں۔ میرا والد مزید تعلیم کیلئے مجھے اخراجات دیتا تھا۔ لیکن میں نے کہا میں نے پڑھنا ہو گا تو خود محنت کر کے پڑھوں گا۔ باپ کا احسان نہیں اٹھاؤں گا۔ لیکن ہمارے ملک میں لڑکے کئی سال تک فیل ہوتے چلے جاتے ہیں اور انہیں اس بات کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم اپنے والدین پر بوجھ بنے ہوئے ہیں۔ فیل ہونے پر وہ کہہ دیتے ہیں ہم نے تو بڑی محنت کی تھی اور اپنی کلاس میں ہوشیار تھے۔ لیکن اس کی جوتی کو ایک دفعہ ہم نے ٹیڑھی نظر سے دیکھ لیا تھا۔ اس لئے استاد کی ہم سے دشمنی ہو گئی۔ اور اس نے ہمیں فیل کر دیا۔

ایک دفعہ ایک احمدی دوست نے مجھے خط لکھا کہ میرا لڑکا قادیان میں پڑھتا ہے۔ عربی میں وہ اچھا ہوشیار تھا لیکن استاد نے اسے فیل کر دیا ہے۔ اگر وہ کمزور ہوتا تو مجھے کوئی اعتراض نہیں تھا۔ لیکن وہ عربی میں اچھا ہوشیار تھا مگر استاد نے پھر بھی اسے فیل کر دیا۔ بڑے ظلم کی بات ہے اور پھر اس قسم کی حرکتیں قادیان میں کی جاتی ہیں۔ اب آپ اس طرف توجہ کریں۔ میں نے اس لڑکے کے پرچے منگوائے۔ تو یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ اس نے ۵۰ یا ۱۰۰ نمبروں میں سے صرف ۲ یا $2\frac{1}{2}$ نمبر حاصل کئے تھے۔ اور یہ نمبر بھی استاد کے رحم و کرم کی وجہ سے اس نے حاصل کر لئے تھے ورنہ وہ میرے نزدیک صفر کا مستحق تھا میں نے اس استاد کو لکھا افسوس ہے کہ آپ نے اس بارے میں تقویٰ سے کام نہیں لیا۔ آپ کہتے ہیں میرا لڑکا اچھا ہوشیار تھا۔ میں نے اس کے پرچے منگوائے ہیں اور خود دیکھے ہیں۔ اسکو زیرو ملنا چاہیئے تھا۔ لیکن پتہ نہیں کہ استاد کے اسکے ساتھ کیسے تعلقات ہیں کہ اس نے دو اڑھائی نمبر دے دئیے۔

غرض ہمارے ملک کے لڑکے خود محنت نہیں کرتے اور جب فیل ہو جاتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو کلاس میں ہوشیار تھے اور محنت بھی خوب کی لیکن استاد کو ہم سے دشمنی تھی اسلئے اس نے ہمیں فیل کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی زندگی کا وہ حصہ جو انہوں نے عملی رنگ میں گذارنا تھا۔ حصولِ تعلیم میں گذر جاتا ہے۔

بقیہ: صا سے آگے

بنت مکرم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب کے ساتھ انجام پائی۔ اگلے روز مکرم عبدالرشید صاحب نے دفتر انصار اللہ کے ہال میں دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کیا۔ اس موقعہ پر بھی حضرت مولوی محمد حسین صاحب نے ہی دعا کرائی۔

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ نے عید الفطر کے دو دن بعد ۴ مئی ۱۹۹۰ء کو مکرم طارق رشید صاحب کے نکاح کا اعلان ہمراہ عزیزہ مکرمہ شبرہ امۃ اللطیف صاحبہ فرمایا تھا۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں رشتوں کو جانبین کے لئے ہر لحاظ سے مبارک کرے۔ اور دین و دنیا میں اپنے فضلوں اور رحمتوں کا مورد بنائے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شخصیات

خانم راہ نورد

حفیظ الرحمٰن ایک انگریزی اخبار میں لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں گذشتہ دنوں انہوں نے جو کچھ لکھا وہ خلاصۃً ہم آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ملک کے وزیرِ اعظم نے لوگوں کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کروائی ہے کہ وہ اپنے طرزِ زندگی کو بدلیں اور ملکی ضروریات کے مطابق زندگی گذاریں حفیظ الرحمٰن کہتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ اب ان کی بیگم سے یہ درخواست کی جائے کہ وہ سرکاری افسروں کی بیگمات کو بھی یہ مشورہ دیں کہ وہ بھی اپنے طرزِ زندگی میں تبدیلی پیدا کریں۔ تیسری دنیا کے تمام ممالک میں وی۔ آئی۔ پی۔ بیویاں موجود ہیں یا ایسی بیویاں جو شادی کے ذریعے وی۔ آئی۔ پی بن جاتی ہیں لیکن یہ نہیں کہنا چاہئے کہ یہ بات صرف پاکستان میں موجود ہے یعنی دوسرے ممالک میں بھی یقیناً موجود ہوگی لیکن چونکہ پاکستان میں ایک لمبے عرصے سے جمہوریت کو پنپنے کا موقعہ نہیں ملا اور جمہوریت کم ہی اپنے آپ کو اجاگر کر سکتی ہے۔ اس لئے سرکاری افسروں یا سول یا فوجی دونوں قسم کے لوگوں نے یہ روپ دھارا ہے کہ لوگ بیگم ڈپٹی کمشنر، بیگم جنرل اور بیگم گورنر کہنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ اگرچہ شاید وہ یہ کہنا تو نہیں چاہتے لیکن بات رواج پکڑ گئی ہے اس لئے وہ کہتے ضرور ہیں حتیٰ کہ اخبارات جو عام طور پر اپنی انا کا مظاہرہ کرتے ہیں وہ بھی یہ القاب استعمال کرتے ہیں۔

حفیظ الرحمٰن کہتے ہیں کہ آج سے دو سال قبل ایک بڑی نمایاں شخصیت نے پاکستان کا دورہ کیا تھا یہ شخصیت کسی حوالے سے نہیں بلکہ اپنی ذات ہی میں خاصی اہم تھی۔ ان کا نام خانم راہ نورد تھا اور اگرچہ وہ تھیں تو ایران کے وزیرِ اعظم کی بیگم لیکن وہ اپنا ذاتی تشخص بھی رکھتی تھیں۔ اور جب انہیں وزیرِ اعظم کی بیگم کے طور پر کہیں پیش کیا جاتا تو وہ اسے پسند نہیں کرتی تھیں وہ کہتی تھیں کہ مجھے پاکستانیوں سے یہ شکایت ہے کہ وہ میرے اپنے ذاتی تشخص کی وجہ سے نہیں بلکہ مجھے وزیرِ اعظم ایران کی بیوی کے طور پر وی۔ آئی۔ پی سمجھتی ہیں بہت سے لوگ اور خاص طور پر وی۔ آئی۔ پی۔ بیویاں اس بات سے حیران و ششدر رہ گئیں۔ پاکستان میں تو عام طور پر گلہ یہ کیا جاتا ہے کہ بیگمات کی پوری طرح پذیرائی نہیں کی جاتی اور لوگ عام طور پر یہ نہیں سمجھتے کہ وہ اپنے خاوند کی محکمانہ حیثیت میں کتنا مفید کام کر رہی ہیں اور اپنے خاوند کی شخصیت اور ان کی ترقی میں کتنی مددگار ثابت ہو رہی ہیں عوام الناس انہیں صرف بیویاں سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بات نہیں ہے لوگ خوب اچھی طرح ان کی پذیرائی کرتے ہیں اور انہیں ان کے خاوندوں کے عہدوں ہی سے پہچانتے ہیں

حفیظ الرحمٰن کہتے ہیں کہ میں ایک واقعہ کو کبھی نہیں بھول سکتا کرکٹ کا میچ ہو رہا تھا اور بڑے بڑے لوگوں کے لئے جو سیٹیں مخصوص ہوتی ہیں وہاں میری ڈیوٹی تھی وہیں پر لاہور کے ڈپٹی کمشنر کی بیوی بھی براجمان تھیں انہیں اس بات پر غصہ آیا اور انہوں نے اس بات کا نظروں سے اور الفاظ سے بھی اظہار کیا کہ عجیب بات ہے کہ تم نے مجھے پہچانا ہی نہیں۔ حفیظ الرحمٰن نے غالباً یہ بات اس لئے کہہ دی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ آج سے چالیس سال پہلے کا ہے۔ کیونکہ اب تو وہ شخص لاہور کے ڈپٹی کمشنر نہیں ہیں اس لئے یہ بات کہی جا سکتی ہے۔ ورنہ وہ اس ناراضگی کا اس طرح اظہار نہ کرتے کہتے ہیں کہ بیگم ڈپٹی کمشنر نے کہا کہ بڑے افسوس کی بات ہے یعنی عجیب بات ہے اور اس پر مجھے افسوس ہوا ہے کہ تم نے مجھے پہچانا ہی نہیں۔ کہ میں ڈپٹی کمشنر کی بیگم ہوں پھر وہ کہتے ہیں کہ چند سال ہوئے ایک ایئر چیف مارشل کی بیگم جو اپنے آپ کو شاعر بھی سمجھتی ہیں وہ اسلام آباد پاکستان ریڈیو پر آئیں۔ تاکہ وہ یہ بتائیں کہ انہوں نے سماجی بہبود کے لئے کیا کچھ کیا ہے ان کے ساتھ ان کے اے۔ ڈی سی بھی تھے۔ جو باقاعدہ یونیفارم میں تھے اور ان کی توقع یہ تھی کہ ان سے جو بات کی جائے وہ اے ڈی سی کے ذریعے کی جائے۔ ریڈیو والے ایسا کرنا نہیں چاہتے تھے خاصی مشکل پیش آئی اور ان دونوں کو یہ سمجھانا کچھ آسان ثابت نہ ہوا کہ انٹرویو ہے، تو بیگم صاحبہ ہی کا ہوگا۔ اے۔ ڈی۔ سی اس میں دخل انداز نہیں ہو سکتے۔ کہتے ہیں کہ جب اس واقع کو اب میں یاد کرتا ہوں کہ خانم راہ نورد نے اپنے آپ کو پرائم منسٹر کی بیوی کہلانے پر فخر کرنے کی بجائے اپنا تشخص پیش کرنا چاہا تو مجھے ان کی یہ بات یاد آئی ہے کہ انہوں نے کہا کہ گذشتہ دس سال میں میں نے کوئی نیا جوتا نہیں خریدا اور ان کے گھر پر کوئی نوکر نہیں ہے۔ بلکہ وہ خود اپنا گھر چلاتی ہیں اور ایک عام نچلے متوسط درجے کے گھر کے رہن سہن کو قائم رکھتی ہیں یہ بات بھی کوئی کم عجیب نہ تھی کہ پاکستان آتے ہوئے نہ وہ کسی ساتھی کو ساتھ لائیں اور نہ کسی اے۔ ڈی۔ سی کو۔ حفیظ الرحمٰن کا خیال ہے مذاق ہی سے سہی، کہ ایسے لوگوں کو پاکستان آنے سے روکنا چاہیئے انہیں ہماری اقدار اور ہمارے خیالات کو پراگندہ نہیں کرنا چاہیئے اور ہماری بیگمات کو غلط نظریوں پر نہیں چلا دینا چاہیئے۔ اچھا ہوا کہ خانم "امیلڈا مارکوس" کے زمانے میں فلپائن نہ گئیں۔ جن کے متعلق یہ مشہور تھا کہ ان کے پاس جوتوں کے تین ہزار جوڑے ہیں خانم کے پاس تو صرف بیس ایک کتابوں کا مصنف ہونا ہی تھا اگر وہ وہاں جائیں تو کم از کم ان کے پاس تین ہزار کتابوں کے مصنف ہونے کا اعزاز تو ہونا چاہیئے تھا تاکہ وہ ان کے تین ہزار جوتوں کے جوڑوں کے ساتھ مقابلہ کر سکیں۔ پاکستان جیسے ملک میں جہاں وی۔ آئی۔ پی۔ لوگوں کی بیگمات کی ساری اہمیت ان کے لباس ان کے زیورات اور انکے جوتوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہے خانم کہتی ہیں کہ دس سال میں انہوں نے کوئی نیا جوتا نہیں خریدا۔ اس لئے ان دونوں باتوں کا آپس میں ملاپ نہیں ہو سکتا۔ یہاں تو ایک سیکشن آفیسر کی بیوی بھی خانم سے اپنے آپ کو بہتر حالت میں پیش کر سکتی ہے۔

کہتے ہیں کہ چین میں بیویوں کو سرکاری تقریبات پر نہیں بلایا جاتا۔ نہ انہیں خاص توجہ دی جاتی ہے۔ یعنی محض اس لئے کہ ان کا خاوند کسی اچھے عہدے پر لگا ہوا ہے یہ بات سننے میں آتی رہی ہے اور اگر اب بھی ایسا ہی ہے جبکہ وہاں کوکاکولا پیا جانے لگا ہے۔ تو پاکستانی بیگمات کو چاہیئے کہ وہ ایک وفد لے کر بیجنگ جائیں تاکہ چینی عورتوں کو ان کے حقوق کے متعلق کچھ اسباق دے سکیں ان باتوں کا وہاں کی عورتوں کو علم نہ ہونا کوئی ایسی اچھی بات نہیں ہے مغرب میں عورت کی تعریف کی جاتی ہے اگر وہ اپنے خاوند کے دفتری کاموں میں اسکی مدد کرے امریکہ اور یورپ میں ایسی بہت سی عورتیں مل جائیں گی لیکن اس کے باوجود اس بات کا یقین کیا جا سکتا ہے کہ ہماری بیگمات بھی انہیں کچھ باتیں سکھا سکتی ہیں ایک بات تو یہی سکھانے والی ہے کہ وہ اپنے آپ ہر بات میں اپنے خاوند کے عہدے کے برابر سمجھتی ہیں۔ میں نے اکثر سنا ہے وہ کہتی ہیں "جب ہم راولپنڈی میں کمشنر تھے" یا وہ کہتی ہیں "بہاولپور میں ہمارے ماتحت ایک ایس۔ ڈی۔ او۔ تھے" یعنی ان کے خاوند کے ماتحت ایس۔ ڈی او۔ ہوگا ہی یا ان کا خاوند تو کمشنر ہوگا ہی لیکن وہ اپنے آپ کو بھی اس عہدے میں برابر کی شامل سمجھتی ہیں۔ اگر یہ بات

باقی صـ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قولِ سدید

عبدالسلام طاہر
مربی سلسلہ

سورہ احزاب کی آیت ۷۱، ۷۲ میں ارشاد خداوندی ہے کہ

"اے ایمان لانے والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور قولِ سدید کہا کرو (کیونکہ تمہارا قولِ سدید) تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے گا۔ اور اللہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے وہ بہت بڑی کامیابی کو حاصل کر لیتا ہے۔"

ظاہر ہے کہ یہ بات دین کے ایک بنیادی اور اہم ترین حکم الٰہی پر مشتمل ہے اور وہ ہے قولِ سدید کہنا اور بولنا

تعریف قولِ سدید

اس حکم پر عمل پیرا ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے یہ واضح ہو کہ قولِ سدید سے کیا مراد ہے؟ سو جاننا چاہیئے کہ قولِ سدید ایسی کامل سچی بات کو کہتے ہیں جس کے اندر سچ ہی سچ ہو۔ اس کے اندر ایک ذرہ بھر بھی جھوٹ فریب اور افترا نہ ہو چنانچہ حضرت فضل عمر نے فرمایا ہے کہ "سدید کہتے ہیں ہر پیچ سے مبرا، صاف، سیدھی راستی کی بات۔ ممکن ہے ایک بات سچی ہو مگر اس میں پیچ رکھا گیا ہو کہ موقع پر اس سے نکل جائیں گے مگر سدید بات میں اس کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس میں ہر مخفی دھوکے سے اجتناب ہوتا ہے اس لئے فرمایا کہ تم قولِ سدید پر عمل کرو" (خطبات محمود جلد ۱ ص ۱۱۹)

اس تعریف سے عیاں ہے کہ قولِ سدید میں جتنی تاکید سچ بولنے کی ہے اتنی ہی تاکید جھوٹ سے بچنے کی ہے ان الفاظ میں اللہ تعالےٰ نے بڑے احسن انداز میں کاملاً سچائی سے وابستگی اور کلیتہً جھوٹ سے علیحدگی کی تاکید فرمائی ہے اور سچ ہی سچ بولنا ایمان لانے والے کا طرۂ امتیاز قرار دیا ہے

اصلاحِ عمل

اللہ تعالیٰ نے قولِ سدید یعنی انتہائی سچی بات کی تاثیرات کی بھی نشاندہی کر دی ہے۔ پہلی برکت اور تاثیر یہ بیان فرمائی ہے۔ کہ اس طرح تمہارا سچ بولنا تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے گا۔ گویا سچ بولنے کی عادت سے انسان کا تنویر قلب اور تزکیۂ نفس ہوتا ہے اور اسے اعمال صالحہ بجا لانے کی توفیق مل جاتی ہے اور ایسا انسان اللہ تعالیٰ کا مقرب، مقبول اور محبوب بندہ بن جاتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر انسان سچ کو چھوڑ کر جھوٹ کو اختیار کرے گا تو اعمالِ صالحہ سے محروم ہو جائے گا اور اعمالِ سیئہ و افعالِ شنیعہ اس کا احاطہ کر لیں گے اور وہ بندۂ رحمٰن بننے کی بجائے بندۂ شیطان بن جائے گا۔

دوسری تاثیر و برکت اس آیت میں یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ سچائی کے طفیل تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اس کے دو پہلو ہیں۔

(۱) سچ بولنے کی وجہ سے اللہ تعالےٰ انسان کے گزشتہ گناہوں کو معاف کر دے گا سزا نہیں دے گا۔

(۲) دوسرا پہلو یہ ہے کہ نہ صرف یہ کہ پہلے گناہوں کو معاف کر دے گا بلکہ یہ کہ آئندہ گناہوں کے ارتکاب سے بھی بچا لے گا۔ یہ عظیم الشان برکت صرف سچ پر عمل پیرا لوگوں کو ملتی ہے اور جو لوگ سچ کو چھوڑ کر جھوٹ کو اپنا لیتے ہیں وہ اس برکت سے محروم رہتے ہیں نہ ان کے پہلے گناہوں کی بخشش ہوتی ہے اور نہ ہی وہ آئندہ گناہوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں حتیٰ کہ انجام کار واصلِ جہنم ہو جاتے ہیں پس راست بیانی اور صاف گوئی انسان کو جنت میں پہنچاتی ہے اور کذب بیانی انسان کو دوزخ میں پہنچاتی ہے۔

حدیث نبویؐ

چنانچہ اس حقیقت کو روشن کرتے ہوئے اصدق الصادقین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور جو انسان ہمیشہ سچ بولے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ دوزخ کی طرف لے جاتا ہے اور جو ہمیشہ جھوٹ ہی بولتا رہے وہ اللہ تعالےٰ کے ہاں کذاب لکھا جاتا ہے۔" (بخاری جلد ۲)

آخر میں قولِ سدید کی تیسری تاثیر و برکت کو بیان کیا گیا ہے جیسے فرمایا۔ کہ "جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی وہ فوز عظیم یعنی بہت بڑی کامیابی کو پا لے گا۔"

گویا قولِ سدید اللہ تعالیٰ کی بھی اطاعت ہے اور رسولؐ کی بھی اطاعت ہے۔ اطاعتِ خدا اور اطاعتِ رسولؐ کے ملنے سے کامل اطاعت ہوتی ہے اور ایسی کامل اطاعت کرنے والا فوزِ عظیم کو پا لیتا ہے۔ اس دنیا میں بھی وہ کامیاب ہو جاتا ہے اور آخرت میں بھی کامیاب ہوتا ہے حسنات دنیا سے بھی وہ اپنی جھولی بھر لیتا ہے اور حسنات آخرت سے بھی مالا مال ہو جاتا ہے۔ یہی فوزِ عظیم ہے جو قولِ سدید کا ثمر ہے۔

جماعت کی ذمہ داری

۲۴ نومبر ۱۹۸۹ء کے خطبۂ جمعہ میں حضرت امام جماعت (الرابع) ایدہ اللہ تعالےٰ نے پانچ بنیادی اخلاق کی نشاندہی کی اور جماعت کو تلقین فرمائی کہ وہ ان پانچوں اخلاق کو اپنے اندر پیدا کریں۔ ان میں سے سب سے پہلا خلق جو آپ نے بیان فرمایا وہ یہ تھا کہ جماعت کا ہر فرد سچ بولنے کا عادی بن جائے اور جھوٹ سے کلیتہً کنارہ کش ہو جائے اور جماعت کی نئی نسل میں سچ کے بیج بوئے جائیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا

"سب سے پہلی بات سچ کی عادت ہے۔ آج دنیا میں جتنی بدی پھیلی ہوئی ہے اس میں خرابی کا سب سے بڑا عنصر جھوٹ ہے ..... میرے نزدیک جب تک بچپن سے سچ کی عادت نہ ڈالی جائے بڑے ہو کر سچ کی عادت ڈالنا بہت مشکل کام ہو جاتا ہے ..... کوئی شخص صالح نہیں بن سکتا۔ جب تک وہ سچا نہ ہو۔ اس لئے بہت ہی اہم بات ہے کہ ہم اپنے بچوں کو شروع ہی سے نرمی سے بھی اور سختی سے بھی سچ پر قائم کریں اور کسی قیمت پر ان کے جھوٹے مذاق کو بھی برداشت نہ کریں یہ کام اگر مائیں کر لیں تو باقی مراحل جو ہیں قوم کے لئے بہت آسان ہو جائیں گے ..... اس لئے جماعت احمدیہ میں بچپن سے ہی سچ کی عادت ڈالنا اور مضبوطی سے اپنی اولادوں کو سچ پر قائم کرنا نہایت ضروری ہے"

حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وہ برقعہ پوش خواتین جو نازیبا، نامناسب حرکات کر رہی ہوں۔ وہ درحقیقت پردہ نہیں کر رہی ہوتیں۔

آپ کا خط ملا

مکرم نثار احمد صاحب۔ جہانیاں لکھتے ہیں:

پھینک تو آپ اسے بھی ردی کی ٹوکری میں دیں گے۔ مگر کیا کروں مجبور ہوں۔ آپ نے بہن رضوانہ شہناز صاحبہ کے خط کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ کہنا کہ جہیز ہندوؤں کی رسم ہے۔ درست نہیں۔ شائد یہ درست نہ ہو مگر جو لوگ اسے سنّتِ رسول کا مقام دیتے ہیں وہ بھی درست نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو اثاثہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شادی کے موقع پر نیا گھر آباد کرنے کے لئے دیا تھا وہ دراصل حضرت علیؓ کی طرف سے حضورؐ نے مہیا کیا تھا اُسکا سرمایہ حضرت علیؓ کی طرف سے تھا اور سامان کی پرووِیژن آنحضرت صلعم نے کی تھی اس لیے نہ تو اسے ہندوؤں کی رسم کا نام دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے سنّتِ رسولؐ کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ البتہ حضرت فضل عمر (اللہ آپ سے راضی ہو) کا ارشاد میانہ روی پر مبنی ہے کہ محبت کا تقاضا ہے کہ ماں باپ اپنی بیٹی کو الوداع کے وقت کچھ نہ کچھ دیں۔ اور یہ تقریباً ہر دفعہ ہوتا ہے۔ جب بھی بیٹی ماں باپ کے گھر آتی ہے جاتے وقت کچھ نہ کچھ دے کر ہی جاتی ہے۔ لیکن یہ جو بھاری بھر کم جہیز کی لعنت ہے وہ یقیناً ہندوؤں کی ہے۔ کیونکہ وہ وراثت میں تو بیٹی کو کچھ نہیں دیتے صرف دان پُن کے طور پر بیٹی کو ڈھیروں مال رخصتی کے وقت دے دیتے ہیں۔ جو کہ آجکل ایک رسمِ بد کی صورت اختیار کر چکا ہے یا نمود و نمائش کا ذریعہ۔

مکرم ڈاکٹر بشیر احمد شرما صاحب راولپنڈی لکھتے ہیں

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہونگے۔ خاکسار روزنامہ الفضل ربوہ کا نیا خریدار ہے (خریداری نمبر ۵۲۵۴) تمام پرچے یکم نومبر ۱۹۹۰ سے باقاعدگی کیساتھ بذریعہ ڈاک موصول ہو رہے ہیں۔ پہلے بھی خاکسار گاہے بگاہے اخبار کا مطالعہ کرتا رہتا تھا مگر اب باقاعدگی کے ساتھ مطالعہ ہو رہا ہے۔ اخبار کا معیار کافی بلند و اعلیٰ ہے۔ یہ محض اخبار نہیں بلکہ روحانیت و علم کا ایک سمندر ہے۔ ان مشکل حالات کے باوجود آپ جس محنت، ہمت و جرأت سے یہ خزائن ہمیں بانٹ رہے ہیں اسکی کوئی قیمت نہیں۔ اس کا اجر یقیناً اللہ تعالیٰ آپکو دیگا۔ اللہ تعالیٰ آپکو ہر شر سے محفوظ رکھے اور آپکو زیادہ سے زیادہ جماعت کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیں آپکی محنت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لجنہ کالم

حضرت فضل عمرؓ نے ۱۹۲۳ء میں فرمایا۔
یہ عجیب بات ہے کہ ہر علم کے متعلق ہم دیکھتے ہیں کہ بعد میں آنے والے پہلوں کی نسبت اس میں زیادہ ترقی کرتے ہیں مثلاً پہلے جو حساب ہوتا تھا آج اس سے بڑھا ہوا ہے اور آجکل کے حساب دان پہلے حساب دانوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اسی طرح تاریخ کا حال ہے۔ اس زمانے میں پہلے سے زیادہ عمدگی کے ساتھ تاریخیں مدوّن ہو چکی ہیں۔ جو نہ صرف اس زمانے کے حالات کی بلکہ اس زمانے کے حالات کی بھی جس میں وہ واقعات ہوئے اس وقت اس زمانے کے حالات اس سے زیادہ اچھی طرح لکھے گئے ہیں جیسے کہ پہلے زمانے میں لکھے گئے تھے۔ مثلاً ساتویں آٹھویں صدی کے حالات اس زمانے کے لوگوں کو زیادہ عمدگی کے ساتھ معلوم ہیں بنسبت اِس زمانے کے لوگوں کے۔ اسی طرح جغرافیہ کا حال ہے۔ پہلے سے زیادہ لوگوں کو اسکا علم ہے۔ پہلے جن ملکوں کے کسی کو نام بھی معلوم نہ تھے آج ان کو سب لوگ جانتے ہیں مثلاً امریکہ اور ہمارے تو بچے بھی امریکہ کا نام خوب جانتے ہیں۔ کیونکہ (مفتی صاحب (محمد صادق) وہاں گئے ہوئے ہیں اور ان کے حالات پڑھتے سنتے رہتے ہیں۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ جہاں ان میں بعد میں آنے والے ترقی کرتے ہیں وہاں دین کے معاملے میں تنزّل اختیار کرتے ہیں۔ حساب جاننے میں اولاد اپنے باپ دادوں سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ تاریخ میں زیادہ علم رکھتی ہے۔ جغرافیہ زیادہ جانتی ہے۔ اسی طرح لوہار۔ ترکھان۔ سنار جو پہلے مر گئے اب ان سے بہتر کام کرنے والے موجود ہیں۔ مگر دینی معاملات میں یہ مثال نہیں ملتی اسکی وجہ کیا ہے حالانکہ دین دنیا کے ہر ایک کام اور ہر ایک پیشے سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ اور چاہیئے تھا کہ اس میں زیادہ ترقی کرنے والے ہوتے۔ اسکی وجہ ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ جب کہ تاریخ دان تاریخ دانی میں فائدہ دیکھتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ اسکے متعلق اپنا جانشین چھوڑ جائے تاکہ یہ علم مٹ نہ جائے اسی طرح حساب دان جب حساب دانی میں فائدہ دیکھتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ اپنا قائم مقام پیدا کرے اسی طرح جغرافیہ دان جب اس علم کو نفع رساں پاتا ہے تو اپنے بعد اسے جاری رکھنے کے لئے اپنا قائم مقام بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن دین کے معاملے میں

لوگوں میں بہت کم خواہش ہوتی ہے کہ اپنے سے زیادہ جاننے والے پیچھے چھوڑیں۔ گو کسی قدر یہ خواہش ان لوگوں میں پائی جاتی ہے جو دینی دین کے پابند نہیں ہوتے بلکہ اسکو سمجھتے ہیں مگر خرابی یہ ہے کہ کسی امر کی صرف خواہش ہی کافی نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ اس خواہش کو پورا کرنے میں مدد دینے والے بھی ہوں مثلاً ایک حساب دان کی یہ خواہش ہی کافی نہیں کہ اس کے پیچھے کوئی حساب دان رہے۔ اور یہ خواہش اسوقت تک پوری نہیں ہوتی جب تک ایسے ماں باپ نہ ہوں جو اپنے بچوں کو اس کے سپرد کریں۔ یہی حال اور باتوں کا ہے مگر دین کے معاملے میں ایسا نہیں کرتے اسی طرح ایک اور خرابی یہ ہے کہ اور تو ساری باتیں بچپن میں سکھانے کی خواہش کی جاتی ہے۔ مگر دین کے متعلق کہتے ہیں کہ بچہ بڑا ہو کر سیکھے گا ابھی کیا ضرورت پڑی ہے۔ بچے نے ابھی ہوش نہیں سنبھالی ہوتی اور ڈاکٹر منع کرتا ہے کہ ابھی اسے پڑھنے نہ بھیجو مگر ماں باپ اسے سکول بھیج دیتے ہیں اور گو وہ کہتے ہیں کہ چونکہ آوارہ پھرتا ہے اس لئے سکول میں بیٹھا رہے گا۔ مگر انکی خواہش یہی ہوتی ہے کہ وہ سال جو اس کے ہوش میں آنے کے ہیں ان میں ہی کچھ نہ کچھ پڑھ ہی لے مگر نماز کے لئے جب وہ بلوغت کے قریب پہنچ جاتا ہے تب بھی یہی کہتے ہیں کہ ابھی بچہ ہے بڑا ہو کر سیکھ لے گا۔ اگر یہ کہا جائے کہ بچے کو نماز کے لئے جگاؤ تو کہتے ہیں نہ جگاؤ نیند خراب ہو گی۔ لیکن اگر صبح امتحان کے لئے انسپکٹر نے آنا ہو تو ساری رات جگائے رکھیں گے۔ گویا انسپکٹر کے سامنے جانے کا تو اتنا فکر ہوتا ہے مگر یہ نہیں کہ خدا کے حضور جانے کے لئے جگا دیں تو بچے کو بچپن میں ہی دین سکھانا چاہیے جو بچپن میں نہیں سکھاتے ان کے بچے بڑے ہو کر بھی نہیں سیکھتے جس طرح بڑی عمر میں جو شخص علم سیکھنا شروع کرتا ہے وہ کبھی اعلیٰ ترقی نہیں کر سکتا۔ اسی طرح بڑی عمر میں دین بھی نہیں سیکھا جا سکتا۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ دنیا کے کاموں میں جو عمر بلوغت کی سمجھی جاتی ہے دین کے متعلق نہیں سمجھی جاتی۔ اٹھارہ اٹھارہ سال کے لڑکے کے متعلق کہتے ہیں ابھی بچہ ہے دین کی پابندی کرانے کے لئے سختی

کرنے کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ چھوٹا سا بچہ جو چند سال کا ہوتا ہے اگر قلم اٹھا کر کہیں پھینک دیتا ہے تو اسے دھمکایا جاتا ہے۔ اگر کسی کتاب کو پھاڑ دیتا ہے تو ڈانٹا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اگر ابھی سے اسے نہ سمجھایا گیا تو اسے چیزیں خراب کرنے کی عادت پڑ جائے گی لیکن اگر خدا کے دین کو خراب کرے تو کچھ نہیں کہا جاتا اور دین اسوقت سکھانے کی کوشش کی جاتی ہے جب لڑکا سمجھتا ہے کہ اب تو میں استاد ہوں اور میں دوسروں کو سکھا سکتا ہوں اور اس وجہ سے کچھ نہیں سیکھ سکتا۔ پس جب تک ماں باپ یہ نہ سمجھیں گے کہ دین سیکھنے کا زمانہ بچپن ہے اور جب تک یہ نہ سمجھیں گے کہ ہمارا اثر بچپن میں ہی بچوں پر پڑ سکتا ہے تب تک بچے دین دار نہیں بن سکیں گے اور پھر جب تک عورتیں بھی مردوں کی ہم خیال نہ بن جائیں گی بچے دین دار نہیں ہو سکیں گے۔ کیونکہ مرد ہر وقت بچوں کے ساتھ نہیں ہوتے۔ بچے اکثر ماؤں ہی کے پاس رہتے ہیں اور دیکھا گیا ہے کہ دیندار مائیں بھی بچوں کو دین سکھانے میں سستی کر جاتی ہیں۔ نماز کا وقت ہو جائے اور بچہ سو رہا ہو تو کہتی ہیں ابھی اور سوئے۔ پس جب تک ماؤں کے ذہن نشین نہ کریں کہ بچوں کی دینی تربیت بچپن میں ہی کی جاسکتی ہے اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی۔ پس پہلی نصیحت تو یہ ہے جسکے مخاطب والدین ہیں اور دراصل والد ہی ہے۔ کیونکہ اس وقت یہاں عورتیں نہیں ہیں کہ بچوں کی دینی تربیت بچپن میں ہی کرو۔ اور بچپن میں ہی انکو دین سکھاؤ تاکہ وہ حقیقی دین دار بنیں۔

یادِ رفتگاں

مکرم عبد الحمید صاحب

محمد اسلم ۔ کلاسوالہ

میرے والد محترم و مکرم عبد الحمید صاحب مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۳۵ء کو اس جہانِ فانی میں تشریف لائے۔ پانچ بھائی تھے اور یہ سب سے چھوٹے تھے اور گھر کے حالات اتنے اچھے نہ ہونیکی وجہ سے مڈل سے آگے تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ اس تھوڑی تعلیم کے بعد ملازمت کی کوشش نہ کی بلکہ اپنے آبائی پیشہ زمیندارہ کو ترجیح دی اور زمین بھی کوئی اتنی زیادہ نہ تھی۔ چند ایکڑ زمین تھی جس کی وجہ سے بہت غربت کا وقت کاٹا۔ جس پہلو سے بھی آپ کی خوبیوں کا جائزہ لیں مثالی ہی نظر آئیگا

نہایت خوش خلق انسان خوش مزاج اپنوں کا اور غیروں کا چھوٹوں کا اور بڑوں کا خاص طور پر اپنے بڑے بھائیوں کا بڑا ہی احترام کرتے تھے۔ حلیمی اور انکساری کے مالک تھے۔ دیہات میں داناؤں کی مجالس کی خاص رونق تھے۔ اسی وجہ سے غیروں میں بھی اور اپنوں میں بھی بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اپنے پورے خاندان میں سب کے مشیرِ خاص تھے۔ دین اور جماعت کے ساتھ وابستگی کا یہ حال تھا باہر کھیتوں میں کام کرتے کرتے سیدھے "البیت" میں از خود اکیلے نہ چلے جاتے بلکہ پہلے گھر آتے اور گھر آ کر اپنے تمام بچوں کو نماز کی تلقین کرتے اور کہتے میں سیدھا "البیت" میں اس لیے نہیں گیا کہ آپ کو نماز کے لیئے تیار کروں۔ اب سب اٹھو اور وضو کرو اور نماز پڑھو اسی طرح جمعہ کے روز سب کو جمعہ کے لیئے تیار کرنا یہ آپکا معمول تھا۔ یہاں ایک بات قابلِ ذکر یہ ہے کہ جتنا بھی ضروری کام ہو جتنے بھی زیادہ مصروف ہوں اس کام کیلئے نماز سے قبل گھر ضرور آتے اور اتنے وقت کی گنجائش ضرور رکھ کر آتے کہ بچوں کو نمازوں کی تلقین کرتی ہے۔ پھر گاہے بگاہے گھر پر بھی دینی احکامات اور درس تدریس کا انتظام کرتے رہتے تھے۔ بعض اوقات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کوئی کتاب لے لیتے اور خود سب کو سنانی شروع کرتے خود بھی صبح بلاناغہ تلاوتِ کلام پاک کرتے اور گھر کے تمام افراد کو تلاوت کی تلقین کرتے پھر بچوں کے رشتے تلاش کرتے وقت بھی اس بات کو خاص طور پر مدِّنظر رکھتے کہ جس گھر سے رشتہ داری قائم کرنی ہے وہ خاص طور پر احمدیت سے محبت رکھنے والے مخلص احمدی ہوں۔ آپ نے دو بیٹوں اور دو بیٹیوں کی شادی کر دی ہوئی تھی جب کہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں غیر شادی شدہ اور ابھی زیر تعلیم ہیں۔ بالآخر یہ بہت ساری خوبیوں کا مالک اور بہت پیارا وجود جو گھر سے باہر بھی بہت زیادہ مقبول تھا مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۹۰ء سوا آٹھ بجے شب معمولی سی دل کی تکلیف ہونے کیوجہ سے ہمیں ہمیشہ کے لیئے چھوڑ کر اپنے بہت پیارے مولائے حقیقی سے جا ملا۔

بُلانے والا ہے سب سے پیارا
اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

وفات کے دن آپ نے کھیتوں میں بہت کام

باقی صـ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اطلاعات و اعلانات

درخواست دعا

○ مکرم سخی محمد صاحب پیشاب کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔

○ مکرم قریشی عبدالستار صاحب دہلوی محلہ دارالعلوم غربی ربوہ عرصہ سے بیمار چلے آرہے ہیں۔ ٹانگوں میں درد رہتا ہے اور کمزوری بہت ہوگئی ہے۔

○ مکرم محمد جمال صاحب انسپکٹر مال ربوہ کا بیٹا محمد اکرم جرمنی میں بیمار ہے۔

○ مکرم عبدالحق صاحب سابق معلم وقف جدید جوڑوں کے درد کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور ہیں۔

مکرم محمد ابراہیم صاحب رانا صدر جماعت ۱۶۶ مراد شدید بیمار ہیں۔ کمزوری بہت ہے۔

احباب ان سب کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں

سانحہ ارتحال

○ مکرم شیخ حفیظ اللہ صاحب سابق صدر جماعت احمدیہ دُنیاپور حرکتِ قلب بند ہونے کی وجہ سے بعمر تقریباً ۸۰ سال مورخہ ۱۹ دسمبر ۹۰ء بروز بدھ نشتر ہسپتال ملتان میں وفات پا گئے۔ مکرم امیر صاحب ضلع ملتان کے تعاون سے بذریعہ ایمبولینس ہسپتال سے میت دنیاپور لائی گئی۔ مکرم مربی صاحب لودھراں نے نماز جنازہ پڑھائی اس کے بعد تدفین عمل میں آئی۔

○ مکرم محمد سلیم صاحب جنجوعہ سول انجینئر ابن مکرم چوہدری عبدالرزاق صاحب آف ملتان کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد عادل ہسپتال لاہور میں ۲۵ نومبر ۱۹۹۰ء کو انتقال فرما گئے۔ آپ مکرم عبدالحفیظ صاحب ایڈووکیٹ ملتان کے بھائی تھے۔ موصوف نے اپنے پسماندگان میں ایک بیوہ اور بیٹی چھوڑی ہے جو کہ ابھی زیرِ تعلیم ہے۔

○ مکرم چوہدری عبدالکریم صاحب ٹمبر مرچنٹ سرگودھا جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے ۲۵ دسمبر کو قادیان پہنچ کر رات گیارہ بجے ستر سال کی عمر میں رحلت فرما گئے۔ ان کی میت قادیان سے ربوہ لائی گئی۔ نماز جنازہ مورخہ ۲۷ دسمبر ۹۰ء کو نماز فجر کے بعد بیت المبارک میں مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے پڑھائی۔ عام قبرستان کے قطعہ خاص نمبر ۱ میں تدفین کے بعد مکرم محمود احمد صاحب بنگالی مربیّ سلسلہ نے دعا کرائی۔ آپ مکرم ناصر احمد صاحب صدیقی دارالرحمت وسطی ربوہ کے خسر تھے۔ موصوف نے تین بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔

احباب ان کی بلندیٔ درجات کیلئے دعا کریں۔

دعائے نعم البدل

○ مکرم عبدالحیٔ صاحب ظفر ابن مکرم مبارک احمد صاحب ظفر (تونگڑی) کو اللہ تعالیٰ نے ۲۹ نومبر کو لڑکا عطا فرمایا جو چند گھنٹے زندہ رہ کر فوت ہوگیا۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ والدین کو صبر عطا کرے اور نعم البدل سے نوازے۔

بقیہ: صا سے آگے

نماز جنازہ جمعہ ۲۸ دسمبر کو دن کے ساڑھے چار بجے احاطہ گیسٹ ہاؤس سرائے محبت میں محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے پڑھائی جس کے بعد بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ تدفین کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے دعا کرائی۔

محترم خلیفہ تقی الدین احمد صاحب حضرت سیّدہ اُم ناصر صاحبہ حرم محترم حضرت فضل عمر کے چھوٹے بھائی اور حضرت امام جماعت احمدیہ (الثالث) (اللہ آپ پر رحمت کرتا رہے) کے ماموں تھے۔ آپ سرکاری ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد لیبیا میں رہے جس کے بعد پاکستان میں ہی ریٹائرڈ زندگی گذاری۔ ڈیڑھ ماہ قبل آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ کچھ عرصہ بے ہوش رہے۔ آخر ۲۷، ۲۸ دسمبر کی درمیانی شب اپنے مولا کے حضور حاضر ہوگئے۔ آپ نے اپنی یادگار دو بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ محترم کرنل صاحب موصوف کو اپنے فضل سے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ اور آپ کے درجاتِ قرب کو بڑھاتا رہے۔

بقیہ: صہ ۴ سے آگے

مغربی عورتوں کو بتائی جائے تو غالباً انہیں خاصا وقت اس بات کو اپنانے میں لگے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں چاہے سول افسروں کی بیویاں ہوں یا فوجی افسروں کی وہ سمجھتی ہیں کہ وہ تمام لوگوں کو اسی طرح احکام جاری کر سکتی ہیں جس طرح ان کے خاوند وہ اپنے خاوند کے پی۔ اے کو اپنا پی۔ اے سمجھتی ہیں اور اس طرح وہ عجیب عجیب حرکات کی مرتکب ہوتی ہیں۔ انتظامیہ کے لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ خاص طور پر

وہ لوگ جو انتظامیہ میں خصوصی مہارت رکھتے ہیں کہ جہاں تک رشوت ستانی کا تعلق ہے۔ کم از کم اس کا نصف تو بیگمات کی خواہشات کے مطابق ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے یہ مبالغہ ہو اگرچہ حفیظ الرحمن کہتے ہیں کہ میں مُردہ سی ایس۔ پی۔ سروس کے کئی افسروں کو جانتا ہوں جن کی نوکریاں اس لئے چھن گئیں کہ ان کی بیویاں ان کی راہ میں حائل ہوئیں اسی طرح بعض دوسرے لوگوں کو دوسرے محکموں کے متعلق بھی علم ہوگا یعنی انجینئرنگ کسٹم ریونیو، انکم ٹیکس، پولیس، ان محکموں کے بھی کئی افسران اس لئے اپنی نوکریاں کھو بیٹھے کہ ان کی بیویوں نے ان سے ناجائز مطالبات کئے تھے ہوسکتا ہے یہ الزام ہو لیکن یہ الزام بہت غلط بھی نہیں ہے یہ تو تھا وہ کچھ جو حفیظ الرحمن نے کہا لیکن اب آپ دیکھئے کہ ۱۹۳۴ء میں جب حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) نے تحریک جدید کا آغاز فرمایا تو شروع ہی میں عورتوں کو جو ہدایات دیں ان میں لباس کی سادگی، اور زیور کی سادگی، خاص طور پر نمایاں تھیں جہاں تک لفظ بیگم کا تعلق ہے ہمیں یاد پڑتا ہے کہ حضور کی ایک بیگم نے حضور سے کہا کہ آپ مغل ہیں میں آپ کی بیوی ہوں تو بیگم کیوں نہ کہلاؤں۔ حضور نے فرمایا۔ نہیں آپ اپنے آپ کو بی بی کہلوائیں۔ یہ ہے طریق قوموں کے انداز بدلنے کا

بقیہ: صہ ۶ سے آگے

کیا کام کرتے کے بعد مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد چند منٹوں کے لئے اپنے بڑے بھائی کی محفل میں بیٹھے۔ گھر آئے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ کھانا کھانے اور عشاء کی نماز کے بعد مجھ سے کہا بیٹا جاؤ فلاں شخص جو فوت ہوگیا ہوا ہے۔ اس کے گھر جا کر افسوس کر آؤ۔ میں نے خود جانا تھا مگر آج کچھ تھکاوٹ سی ہے۔ میں اُدھر چلا گیا۔ اتنے میں گھر میں موجود بیٹی اور بہو سے کہتے ہیں میری بائیں پسلی میں درد ہو رہا ہے ذرا مالش کرو۔ وہ مالش کر رہی ہیں اور درد تھا کہ بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ چند منٹوں بلکہ چند لمحوں کی بات ہے بیٹیوں کو جب روشن ستارہ ہاتھوں میں سے گُل ہوتا نظر آنے لگا فوراً مجھے پیغام بھیجا گیا لیکن افسوس کہ ہمارے گھر کا نہایت روشن ستارہ اپنی روشنی سے میرے گھر آنے سے قبل اپنی تمام تر اولاد کو محروم کر چکا تھا۔

"راضی ہیں ہم اُسی میں جس میں تیری رضا ہو"

ہمارے ابا جان نے چار بیٹے اور چار بیٹیاں اور ایک بیوہ ہماری پیاری امی جان کے علاوہ تین پوتے چار پوتیاں اور ایک نواسہ اور دو نواسیاں یادگار چھوڑے ہیں۔ احبابِ جماعت کے تمام بزرگان سے عاجزانہ دعا کی درخواست ہے۔ میرے لیے دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے اپنی والدہ محترمہ کو ہمیشہ خوش رکھنے اور اپنے بہن بھائیوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے خاص فضل سے صبرِ جمیل عطا فرمائے اپنی رضا کی راہوں پر چلائے اور احمدیت سے ہمیشہ وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے ابا جان کے بلند درجات کرے اور اپنے پیاروں کے قدموں میں جگہ عطا فرمائے۔

زمینداروں کیلئے چند مفید مشورے

(۱) کماد کی بہترین فصل حاصل کرنے کے لئے زمین کی تیاری ابھی سے شروع کر دیں۔

(۲) کماد کی اچھی فصل کے لئے زمین کو دو فٹ تک گہرا نرم کریں۔

(۳) کلر اٹھی زمینوں میں کماد کی زمین تیار کرنے کے لئے فی ایکڑ ایک ٹن جپسم ڈالنا بہت مفید ہے۔

(۴) گندم کی کاشت کا وقت نکلا جا رہا ہے اب صرف چند دن باقی ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جنوبی افریقہ کیلئے امریکی چندہ

چھ ماہ کا عرصہ ہوا کہ جنوبی افریقہ کے سیاہ فام لیڈر "نیلسن منڈیلا" نے امریکہ کے آٹھ شہروں کا دورہ کر کے روپیہ اکٹھا کرنے کی کوشش کی۔ دورے کے دوران دو کمیٹیوں نے خاص طور پر اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیا ایک تو جنوبی افریقہ کے لئے جمہوریت اور دوسرے "نیلسن منڈیلا آزادی فنڈ" کے نام سے موسوم تھیں اور اس دوران خاصی رقم اکٹھی ہوئی لیکن ۶ ماہ گذر جانے کے باوجود ابھی اس رقم کا کوئی حصہ امریکہ سے باہر نہیں جاسکا۔ مسٹر لینکس ہنڈز (LENNOX HINDS) جو جنوبی افریقہ کے لئے جمہوریت کمیٹی کے ڈائرکٹر ہیں نے کہا کہ دو شہر ایسے ہیں جنہوں نے روپیہ جمع تو کیا ہے لیکن صحیح ہاتھوں میں ابھی تک نہیں پہنچ پایا۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ ہم ابھی تک جمع شدہ رقم کو آڈٹ کر رہے ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ رقم کا کوئی حصہ پیچھے رہ جائے جب پوری طرح تمام رقوم کا آڈٹ ہو جائے گا تو انہیں بینک میں جمع کرا دیا جائیگا۔ ہنڈز کا کہنا ہے کہ ہم ان دونوں شہروں سے (اگرچہ وہ انکا نام نہیں لیتے) اس بات کا تقاضا کر رہے ہیں کہ وہ جلد از جلد تمام روپیہ بینکوں میں جمع کرا دیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اس بات کا ذمہ دار ہوں کہ یہ ساری رقوم بینکوں میں جمع ہو کر امریکہ سے باہر یعنی جنوبی افریقہ بھجوا دی جائیں۔

ان ساری رقوم کے متعلق ۲۵ دسمبر کو رپورٹ پیش کی جانے والی ہے اور اندازہ یہ لگایا جاتا ہے کہ تمام اخراجات نکال کر چالیس لاکھ ڈالر باہر بھجوایا جاسکے گا۔ گو بیس لاکھ ڈالر تو اسوقت بھی فوری طور پر باہر بھجوانے کے لئے موجود ہیں۔ یہ وہ رقم ہے جو چندہ دینے والوں نے اکتوبر میں اپنے پورے چندے کے ایک حصے کے طور پر ادا کی تھی۔ لیکن اے این سی (A.N.C) اس بات سے پریشان ہے کہ جمع شدہ رقوم کے باہر بھیجنے میں آخر کیا ایسی دقتیں پیش آگئی ہیں اور اب انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ رقوم امریکہ ہی میں رہیں اور مزید رقوم بھی جمع ہو کر موجودہ رقوم میں شامل کی جاتی رہیں۔ افریقن نیشنل کانگریس جسے ۳۰ سال کے بعد دوبارہ قانونی حیثیت دی گئی ہے۔ اس پر خاصا دباؤ پڑ رہا ہے کہ ایک لمبا عرصہ کچھ نہ کر سکنے کے بعد اب جبکہ اسے کام کرنے کا موقعہ دیا جا رہا ہے تو اسے اپنے اراکین کی ہر ممکنہ مدد کے لئے آگے آنا چاہیئے۔ انکے مکان بنوائے جائیں۔ انہیں تعلیم دلوائی جائے اور حفظانِ صحت کے سامان کئے جائیں اور جو لوگ اسوقت ملک سے باہر ہیں اور واپس آنا چاہتے ہیں انکی واپسی کے انتظامات کئے جائیں۔ یہ سارے کام ایک ایسی سوسائٹی کے ذمے لگائے گئے ہیں جسکا نام ماٹلا ٹرسٹ ہے (MATLA TRUST) اور جسکے بورڈ کے نیلسن منڈیلا بھی رکن ہیں۔ اس سوسائٹی کا اسی سال قیام عمل میں لایا گیا تھا اور اس کی اصل غرض بھی یہی تھی کہ یہ لوگوں سے چندہ وصول کر سکے۔ امریکہ میں جو چندہ وصول کیا گیا ہے وہ بھی بالآخر اسی ٹرسٹ کے سپرد کیا جانا ہے یا کسی اور ایسی ہی سوسائٹی کے سپرد کیا جائے گا۔ افریقن نیشنل کانگریس کو یہ رقم اس لئے نہیں دی جاسکتی کہ امریکہ کے ٹیکس لاز اس بات کی ممانعت کرتے ہیں کہ سیاسی تنظیموں کو بلاواسطہ کوئی چندہ دیا جائے۔

مسٹر منڈیلا جنکی عمر اس وقت ۷۲ سال ہے اور ۲۷ سال کے بعد وہ قید سے آزاد کئے گئے ہیں۔ انہوں نے امریکہ میں نیویارک، بوسٹن، واشنگٹن، ایٹلانٹا، میامی ڈیٹرائٹ، لاس اینجلس اور اوک لینڈ کا گیارہ روزہ دورہ کیا اور اس دورے کے نتیجے میں جو رقوم چندے میں ملیں وہ چار لاکھ ڈالر کے قریب ہیں۔ یہ رقم کب ساؤتھ افریقہ بھیجی جاسکے گی اسکے متعلق ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا ہو سکتا ہے اس رقم میں اضافے کے لئے افریقن نیشنل کانگریس خود بھی اس کو امریکہ سے جلدی نہ منگوانے کا فیصلہ کرلے۔

ربوہ اور ربوہ کے گردونواح میں ہر قسم کی
جائیداد کی خرید و فروخت
ہمارے ذریعہ کیجئے اور خدمت کا موقع دیجئے
شریف احمد بھٹی
پراپرٹی سنٹر
ریلوے روڈ رحمت بازار ربوہ
فون گھر: ۴۳۱ آفس: ۵۲۱

خبریں

ملکی خبریں

○ حکومت مالی بحران پر قابو پانے کے لئے ایک نئی سکیم شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اس کام کے لئے خسارے میں چلنے والے اداروں کو فروخت کر کے ۵۰ ارب روپے حاصل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ حکومت کے پاس سات بینک ہیں اور ایک سو کے قریب صنعتی اور تجارتی ادارے بھی حکومت کے کنٹرول میں ہیں۔

○ آزاد کشمیر کے وزیر اعظم ممتاز راٹھور کے خلاف تحریک عدم اعتماد آئندہ دس روز میں پیش ہونے کا امکان ہے۔

○ وفاقی وزیر چوہدری شجاعت حسین نے الزام لگایا ہے کہ پیپلز پارٹی سندھ میں امن و امان کے قیام کی راہ میں رکاوٹیں ڈال رہی ہے۔

○ مسلم کمرشل بینک کو ایک ارب ۸۴ کروڑ روپے میں فروخت کر دیا جائے گا۔ بینک ملازمین کی تنظیم نے وفاقی وزیر خزانہ سے ملاقات کے بعد اپنی ملک گیر ہڑتال ختم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

○ صوبہ سرحد کے علاقوں میں ۳ لاکھ مزید افغان مہاجر پاکستان پہنچ گئے ہیں۔ ان مہاجرین کی آمد کی وجہ سے افغان مہاجر کیمپوں میں خوراک کی شدید قلت پیدا ہو گئی ہے۔

○ امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد نے کہا ہے کہ اگر ہم ایٹمی طاقت بن چکے ہیں تو اس کا اعلان کر دیا جائے۔

غیر ملکی خبریں

○ امریکہ کی سمندر اور خشکی میں لڑنے والی ٹاسک فورس خلیج کی طرف بڑھ رہی ہے۔ تیرہ جنگی جہازوں پر مشتمل یہ ٹاسک فورس امریکہ کی قیادت میں اتحادی فوجوں کو مستحکم کرے گی۔

○ ڈھاکہ میں معزول صدر حسین محمد ارشاد کو ایک سرکاری نوٹس موصول ہوا ہے جس میں انہیں بتایا گیا ہے کہ آپ کی گرفتاری بدعنوانی اور اختیارات کے ناجائز استعمال کے الزام کے تحت عمل میں آئی ہے۔

○ بھارت میں فرقہ وارانہ فسادات ابھی جاری ہیں گو دھرامیں کرفیو کے وقفہ کے دوران دو مسلمانوں کو چھرا گھونپ کر ہلاک کر دیا گیا۔

○ برطانوی سرجنوں نے ایک عجیب و غریب تجربہ کے بعد ایک انسانی کان کو جو اپنی جگہ سے کٹ گیا تھا۔ عارضی طور پر پیٹ کے ساتھ جوڑ دیا ہے تاکہ یہ کان زندہ رہے۔ اپنی اصل جگہ یعنی کنپٹی پر شدید زخم ہے جو ایک ماہ کے بعد ٹھیک ہو گا۔ کنپٹی پر اس وقت کان نہیں جڑ سکتا۔

○ عراقی فوجوں کے خلاف کارروائی کسی اندھیری رات میں ہونے کے امکانات ہیں۔ امریکی فوجی موسم گرما میں آنے والے صحرائی طوفانوں سے بچنا چاہتے ہیں لہٰذا سردیوں کے موسم میں حملہ کو موزوں خیال کر رہے ہیں۔

○ ۱۹۹۰ء میں ۸۳ صحافی اپنے فرائض کی بجاآوری کے دوران ہلاک ہو گئے۔

احمدی جنتری ۱۹۹۱ء
۲۲۴، واقفین نو، کیمرے کے روبرو
ایمان افروز و معنی نگر تحریریں، درجنوں مخلصین کی تحریریں
مرتب شیخ عبدالماجد۔ لاہور ★ افضل برادرز ربوہ ★ احمدیہ ہال صدر کراچی ★ مشہور دواخانہ چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ
یورپ: ایک پونڈ۔ جرمن DM 3۔ پاکستان 12 روپے